Fikr-o-Nasar (Islamabad) 27:3 (1990)
© rasailojaraid.com

خطبات اقبالؒ

(تعارف)

ڈاکٹر محمد ریاض

علامہ اقبال شاعر اور مصنف ہونے کے علاوہ ایک مفکر کی حیثیت سے بیسویں صدی عیسوی کے ربع اول میں کافی شہرت حاصل کر چکے تھے کیونکہ ان کے مقالوں، خطبوں اور نظموں میں کئی اہم فکری مسائل پر اظہار خیال ملنے لگا تھا ـ ان کے سات انگریزی(۱) خطبے جو اردو میں ,,خطبات،، یا ,,تشکیل جدید الہیات اسلامیہ،، کے عنوان سے معروف ہیں، اسی دور میں تخلیق ہونے لگے تھے ـ یہ فکر انگیز خطبات حضرت علامہ کی علمی، فکری اور دینی فکر کے غماز ہیں اور ان میں تفکر اسلامی کے اہم تر امور کا احاطہ کیا گیا ہے، جیسے قلبی واردات و مشاہدات، ذات متعال کا تصور اور حقیقت مناجات، انسانی خودی اور اس کی بقا، اسلامی ثقافت کی روح، اصول اجتہاد اور امکانات مذہب ـ ان خطبات کا ابتدائی محرک موجودہ صورت کے چھٹے خطابے ,,اجتہاد،، کے بارے میں نظر آتا ہے ـ ان کا زمانہ تخلیق نو سالوں کو محیط ہے (۱۹۲۴ تا ۱۹۳۲ء)ـ

آپ نے سب سے پہلے ,,اجتہاد،، پر ایک مقالہ لکھا ـ اس کا متن غالباً انہوں نے بعض علماء کو رائے دینے کے لئے ارسال کیا ـ مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے نام کی تو صراحت ملتی ہے ـ انہوں نے اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مضمون پر مخالفانہ رائے دی تھی ۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۲۴ء کو اقبال نے یہ خطبہ اسلامیہ کالج لاہور کے حبیبیہ ہال میں ارشاد بھی فرمایا گو اسے شائع نہ کروایا گیا ، تاہم اخبار وجرائد میں اس کے ماله اور ماعلیہ پر کافی لکھا گیا ۔ اقبال نے گو اجتہاد کی بحث میں ۱۹۲۳ء میں الغاء ہونے والی خلافت عثمانیہ کا تائیدی اشارہ کیا ، تاہم اس موضوع پر وہ کم از کم بیس برس پہلے سے غور کرتے نظر آتے ہیں ۔ ان کے ۱۹۰۴ء میں لکھے جانے والے مضمون ,,قومی زندگی،، میں حضرت علیؓ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کے تفقہ فی الدین کو خراج عقیدت پیش کیا گیا اور عصر حاضر میں اجتہادی کوششیں شروع کرنے کی ضرورت پر دلائل دیئے گئے ہیں ۔ (۲)۔ مثنوی رموز بیخودی (اشاعت اول ۱۹۱۸ء) میں بھی ایسی بحث موجود ہے مگر دور انحطاط کے اجتہاد میں غیر معمولی احتیاط برتنے کی تاکید بھی کی گئی ہے۔ (۳)

جنوبی ہند سے دعوت :

اجتہاد کے موضوع پر علامہ اقبال کی بحث اخبارات اور رسائل میں شائع ہوئی تو کئی صاحب نظر مسلمانوں نے اس کی طرف خاص توجہ دی ۔ مثلاً مدراس کے سیٹھ جمال محمد نے ۔ ان کا ادارہ ,,مسلم ایسوسی ایشن ،، علمی اور رفاہی کاموں میں پیش پیش تھا ۔ یہ ادارہ ان دنوں عازم تھا کہ مختلف فضلاء سے درخواست کرے کہ وہ علمی موضوعات پر مقالات و خطبات پڑھیں ۔ اس سلسلے میں مولانا سید سلیمان ندوی (و ۱۹۵۳ء) کے خطبات سیرت اور محمد مارماڈیوک پکھتال مرحوم (و ۱۹۳۶ء) کے مقالات ثقافت معروف ہیں ۔ اسی دوران ۱۹۲۶ء میں علامہ اقبال کو بھی دعوت دی گئی کہ وہ فکر اسلامی کے بعض مباحث پر اپنے خیالات کا اظہار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنے مدراس آئیں بلکہ بنگلور اور دکن کی مجالس علمی سے بھی خطاب کریں۔ اقبال نے یہ دعوت قبول تو کر لی مگر اس سال وہ پنجاب اسمبلی کی رکنیت کا انتخاب لڑ رہے تھے۔ چنانچہ نومبر ۱۹۲۶ء میں وہ تین سال کے لئے منتخب ہو گئے۔ مگر انھوں نے جن چھ موضوعات پر بولنا تھا، ان کے خاکے تیار کرنے کی بھی انھیں فرصت نہ ملی۔ جوں توں کر کے ۱۹۲۹ء کے اوائل میں وہ پہلے تین خطبے جنوبی ہند کے مذکورہ تین مجامع میں پیش کر سکے۔ البتہ نومبر ۱۹۲۹ء تک چھ خطبے مکمل کر لئے اور انھیں مسلم یونیورسٹی کے شعبہ فلسفہ کی دعوت پر وہاں ارشاد فرمایا۔ یہ خطبے ۱۹۳۰ء میں لاہور سے شائع ہوئے۔ ۱۹۳۲ء میں تیسری گول میز کانفرنس کے دوران اقبال نے لندن میں اس سلسلے کا ایک اور خطبہ پڑھا۔ اسے انھوں نے وہاں کی ,,مجلس ارسطو،، کی دعوت پر لکھا تھا۔ اب ساتوں خطبات کا متن ۱۹۳۴ء میں لندن سے شائع ہوا اور یہ اسی طرح شائع ہوتا رہا ہے۔ ۱۹۸۶ء میں پروفیسر محمد سعید شیخ نے ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور کے توسط سے یہ خطبات مفید و مختصر تحقیقی حواشی کے ساتھ شائع کروائے۔ ان خطبات کے کئی زبانوں میں تراجم ہوئے اور ان کی تسہیل و تفہیم کی کوششیں اب تک جاری ہیں۔ ڈاکٹر سید محمد عبداللہ مرحوم (۱۹۸۶ء) کی سعی جو انھوں نے ,,متعلقات خطبات اقبال،، کے مرتب کرنے میں انجام دی، خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ خطبات کا مکمل اردو ترجمہ سید نذیر نیازی کے قلم سے ہے۔ یہ خطبات کے شایانِ شان عالمانہ ترجمہ ہے۔

فکری ارتعاش

علامہ اقبال کے یہ خطبات فکری تحرک اور ارتعاش کے آئینہ دار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ھیں ۔ اقبال کو اس بات کا احساس تھا اس کے باوجود یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ ھمارا دور عباسی خلفا ھارون اور مامون کے سے ادوار سے مختلف ہے جس میں الٰہیات اور علم کلام کے مباحث سے غیر معمولی دلچسپی لی جاتی تھی ۔ اقبال نے کوشش کی کہ ادب و شعر کی امثلہ سے موضوع کو دلپذیر بنائیں مگر وہ بہرحال کچھ ادق رھا اور کچھ خود ان کے الفاظ میں ,,پیچا پیچ" ۔ البتہ اقبال کی جملہ تصانیف اور تخلیقات کا راز دوام اسی امر میں مضمر ہے کہ وہ بیک وقت سہل ھیں اور دشوار بھی ۔

مندرجہ بالا تعارف اور جملہ ھائے معترضہ کے بعد اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ علامہ اقبال کے ان خطبات کے مباحث کیا ھیں اور یہ مباحث و مطالب حضرت علامہ کی دیگر تصانیف میں کیا بالکل کافور ھیں ؟ ۔ ان خطبات کے مباحث الٰہیاتی ھیں ۔ اقبال کے افکار ان کی جملہ نثر و نظم میں کمال امتزاج کے ساتھ ملتے ھیں ۔ البتہ کہیں بعض باتوں کا اجمال ہے اور کہیں تفصیل ۔ خطبات کے اردو ترجمے کا عنوان مترجم کے بقول خود حضرت علامہ کا تجویز کردہ ہے اور اسی سے موضوع غیر مبہم ہے : ,,تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ" ۔ مترجم نے عناوین اس طرح ترجمہ کئے ھیں :

پہلا خطبہ ، علم اور مذھبی مشاھدات ۔
دوسرا خطبہ ، مذھبی مشاھدات کا فلسفیانہ معیار ۔
تیسرا خطبہ ، ذات الٰہیہ کا تصور اور حقیقت دعا ۔
چوتھا خطبہ ، خودی ، جبر و قدر ، حیات بعدالموت ۔
پانچواں خطبہ ، اسلامی ثقافت کی روح ۔
چھٹا خطبہ ، الاجتہاد فی الاسـلام ۔
ساتواں خطبہ ، کیا مذھب کا امکان ہے ؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ خطبات اساساً ان لوگوں کے لئے لکھے گئے جو فلسفے بالخصوص مغربی فلسفے سے واقف ہوں ، متکلمانہ مباحث سے دلچسپی رکھتے ہوں اور دین و فلسفے اور سائنس کے مطابق و ہم آہنگی کے قائل ہوں(۴)فلسفہ ، فکری کاوش ہے اور سائنس عملی انکشاف ۔ یہ دونوں حرکت پذیر اور تغیر طلب ہیں ۔ اقبال اس بات کے روادار نہ تھے کہ دین کی ابدی ، مثبت اور الہامی تعلیمات کو فلسفہ یا سائنس کے تابع بنا دیا جائے ۔ نومبر ۱۹۲۹ء میں جب اقبال نے شعبۂ فلسفہ ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں چھ خطبات ارشاد فرمائے ، تو صدر شعبہ ڈاکٹر سید ظفر الحسن مرحوم (۱۹۴۹ء) نے اپنے اختتامی کلمات میں فرمایا تھا :

,,علم کلام کا کام یہ بتانا ہے کہ مذہبی حقائق کا ادراک سائنس اور فلسفہ کی مدد سے نہیں ہو سکتا لیکن انسان کو مذہبی حقائق پر ایمان رکھنا چاہئیے اور سائنس اور فلسفہ کی تعلیمات سے نزاع کئے بغیر اس سے رہنمائی حاصل کرنی چاہئیے ... جو گہری بصیرت اصول اسلام اور جدید سائنس اور فلسفہ کے مباحث کے سلسلے میں علامہ اقبال کو حاصل ہے، اس کی مدد سے وہ ایک نیا نظام فکر پیش کرنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں ۔ دوسرے الفاظ میں ان کی بےنظیر صلاحیت اسلام اور فلسفہ کو ساتھ چلانے کی معاون ہوئی اور انھوں نے وہ کام کر دکھایا جو نظّام اور اشعری جیسے عظیم علما نے یونانی سائنس اور فلسفے کے زمانے میں کر دکھایا تھا ۔ ان خطبات کے ذریعے علامہ اقبال نے ایک نئے علم کلام کو پیش کیا ہے اور یہ کام وہی کر سکتے ہیں ،، ۔ (۵)

دیباچہ کتاب

علامہ اقبال نے اپنے جن چند تصانیف پر دیباچے لکھے اور کتابوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی اشاعت اول کے بعد بھی انھیں باقی رہنے دیا، ان میں ایک یہ کتاب خطبات بھی ہے۔ خطبات کا دیباچہ مختصر مگر توجہ خواہ ہے۔ اس میں بیان شدہ چند نکات حسب ذیل ھیں :

(۱) قرآن مجید میں ,,تفکر،، کی تلقین کی گئی ہے مگر زیادہ تاکید ,,عمل،، کی ہے۔ ایسا اس لئے ہے کہ ,,عمل ،، میں عمومیت ہے۔ دنیا کے زیادہ افراد میدان عمل میں کرشمے دکھا سکتے ھیں ۔ ,,تفکر،، محدود افراد کا کام ہے اور ہر کوئی اس کے لئے مکلف نہیں ۔ تاھم اپنی استعداد کے مطابق ,,فکروعمل،، دونوں پر توجہ دینا ضروری ہے۔ یہ دیباچہ اقبال نے ۱۹۳۰ء میں لکھا ہو گا ۔ اس سے بعد کے سال ۱۹۳۱ء میں لکھے گئے اس موضوع پر دو شعر اس طرح ملتے ھیں :

ندرت فکروعمل کیا شے ہے ؟ ذوق انقلاب
ندرت فکروعمل کیا ہے ؟ ملت کاشباب
ندرت فکروعمل سے معجزات زندگی
ندرت فکروعمل سے سنگ خارہ لعل ناب (٦)

(۲) یہ کائنات وسعت پذیر اور سراپا حرکت و عمل ہے۔ دور حاضر کا انسان محسوسات کا خوگر ہے۔ مگر باطنی و قلبی واردات بھی محسوسات کی طرح حقیقت ھیں ۔ محسوسات کا خوگر ہو کر روحانیات کا منکر ھونا عصر حاضر کے انسان کا ایک المیہ ہے ۔ خطبات کا ایک موضوع قلبی واردات کا فکری و عملی اثبات ہے۔ یہاں اقبال وحی ، شعور نبوت اور شعور ولایت (تصوف) کی توثیق و تائید کرتے ھیں ۔

(۳) اقبال تفکر اسلامی میں بیان شدہ وحدت انسانی کے تصور کی طرف اشارہ کرتے ھیں ۔ اس تصور کی رو سے عالم انسانی جسد واحد کی طرح ہے۔ اس کا لازمہ وحدت فکروعمل ہے۔ یوں عالم اسلام کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اتحاد کا تصور عالم انسانی کے تصور پر منتج ہو سکتا ہے۔ اسلام کے توحید و رسالت کے عقائد کے مضمرات یہ بھی ہیں ۔ اقبال یہاں اپنے تفکر کی عالمگیریت کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ الہیات اسلامیہ کی توسعہ پذیری کی طرف بھی ۔ دیباچے کی ترقیم کے زمانے میں جاوید نامہ بھی تخلیق ہو رہا تھا ۔ وحدت اسلامی و انسانی کا یہ تصور اس کتاب کے ,,فلک عطارد،، میں قرآن مجید کی اسی آیہ مبارکہ (ما خلقکم ولا بعثکم الخ ۲۸/۳۱) کے حوالے سے یوں بیان ہوا ہے :

آب و نان ماست از یک مائدہ

دودہ آدم کنفس واحدہ (۷)

(۴) اقبال فرماتے ہیں کہ تصوف اسلامی کے مختلف سلاسل نے مسلمانوں کی خدمت کی ہے مگر اب زمانہ و مذاق بدل چکے ۔ اب مذہبی واردات کو علمی انداز میں بیان کرنے کی ضرورت ہے ۔ ان خطبات میں ایک حد تک اس کام کی نشان دہی کی گئی ہے کہ مذہبی مشاہدات اور واردات سائنس اور فلسفہ کے معیارات کیسے پرکھے جائیں ۔ وہ اپنا طریقہ کار بتاتے ہیں کہ خطبات میں انھوں نے اسلام کی فکری روایات اور باطنی مکاشفات کو موجودہ سائنس اور فلسفہ کے نظریات سے مطابقت اور ہم آہنگی کے رجحان کے ساتھ موازنہ کیا اور تطابق و تضادکی حدود واضح کرنے کی کوشش کی ہے ۔

(۵) آخری نکتہ یہ امر ہے کہ یہ خطبات اس عصر تک معلوم و متداول تحقیقات پر مبنی ہیں اور حرف آخر نہیں ۔ تحقیقات جاری رہیں اور فکری معالات حرف آخر نہ سمجھے جائیں ۔ دیباچہ اس نکتے پر یوں تمام ہوتا ہے ۔

,,فلسفیانہ غور و فکر میں قطعیت کوئی چیز نہیں ۔ جیسے جیسے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جہاں علم میں ہمارا قدم آگے بڑھتا ہے اور فکر کے لئے نئے نئے راستے کھلتے جاتے ہیں ، کتنے ہی اور شاید ان نظریوں سے جو ان خطبات میں پیش کئے گئے ، زیادہ بہتر نظریے ہمارے سامنے آتے جائیں گے ۔ ہمارا فرض بہرحال یہ ہے کہ فکر انسانی کی نشو و نما پر با احتیاط نظر رکھیں اور اس باب میں آزادی کے ساتھ نقد و تنقید سے کام لیتے رہیں ،، ۔

خطبہ اول علم اور مذہبی مشاہدات :

اس خطبے کا مختصر عنوان اوپر لکھ دیا گیا یعنی ,,علم اور مذہبی مشاہدات ،، ۔ بعد کا خطبہ موضوعاً اسی سے مربوط ہے کہ ,,مذہبی مشاہدات کا فلسفیانہ معیار ،، کیا ہے ؟ ان دو خطبوں میں دراصل وحی والہام کی حقانیت پر دلائل دیے گئے ہیں ۔ علم کے ذرائع حواس خمسہ ہی نہیں ، قلب ، فطرت اور تاریخ وغیرہ بھی حصول علم کے ذرائع میں سے ہیں ۔ لہذا وحی و القاء کی مختلف صورتیں قابل تائید ذرائع علم ہیں ۔ اقبال بیان حقائق کے تین عوامل کا ذکر کرتے ہیں ۔ یہ عوامل شاعری ، فلسفہ اور دین و مذہب ہیں ۔ شعر و ادب ، فلسفہ اور مذہب نئی باتیں پیش کرتے ہیں ۔ مگر شاعری جذبات کی ترجمان ہے اور فلسفہ براہین و دلائل دینے سے زیادہ مربوط ہے ، مگر جذبات یا براہین قابل تائید کہاں ہوتی ہیں ؟ شاعر اور فلسفی خود بھی قابل وثوق بات کرنے کے مدعی نہیں ہوتے ۔ وہ ,,حرف تمنا روبرو،، کہنے پر قادر ہی نہیں :

فلسفہ و شعر کی اور حقیقت ہے کیا
حرف تمنا جسے کہہ نہ سکیں روبرو (۸)

ایسی صورت میں دین یا مذہب ہی قابل اعتماد علم و رہنمائی کا مظہر ہے اور یہ الہامی صورتوں میں عالم انسانی تک پہنچا ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لہذا اس کے تبعی پیروؤں کے سیر و سلوک والے اعمال یکسر قابل تردید نہیں ۔ انہیں الہامی تعلیمات کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا ۔ اقبال نے عالم فطرت اور تاریخ کے اسباب عبرت اور ذرائع علم ہونے کے بارے میں بھی بحث کی ہے۔ وہ یونانی فلاسفہ کے ,,اعیان ثابتہ،، کے تصور کو قرآن مجید کی تعلیمات کے خلاف بتاتے ہیں کیونکہ اسلام کی رو سے کائنات یا عالم فطرت حق ہے جبکہ یونانی اسے عالم مثال بتاتے رہے ہیں ۔ اقبال فرماتے ہیں کہ وجدان عقل کی ہی ترقی یافتہ صورت ہے۔ لہذا نہ وجدان ذریعہ علم کے طور پر ساقط الاعتبار ہے نہ عقل ۔ دراصل امام محمد غزالی کے ہاتھوں وجدان و عقل میں اتنا بعد پیدا کر دیا گیا تھا کہ لوگ انہیں متضاد سمجھنے لگے حالانکہ ذہن و قلب متغائر نہیں ہیں ۔

علامہ اقبال زوال بغداد (۶۵۶ھ/۱۲۵۸ء) کے بعد فکر اسلامی کے جامد و مسدود ہونے پر اظہار افسوس کرتے ہیں ۔ وہ اس امر کے شاکی ہیں کہ اب مسلمان فکری رہنمائی کے لئے بھی مغرب کی طرف دیکھتے ہیں حالانکہ مغرب کا علمی و فکری احیاء تمدن اسلامی کا ہی مرہون منت ہے۔ وہ مغرب کی علمی ترقیات سے استفادہ کرنے کے مؤیّد ہیں البتہ مغربیوں کے فاسد تمدن سے احتراز کرنے کی تاکید کرتے ہیں ۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ قلبی واردات یا مذہبی مشاہدے میں کوئی چیز تجربہ سے متبائن نہیں ۔ تشکک و تردد سے البتہ اگر بات شروع کی جائے تو رویے کی یہ اساس گمراہ کن ہو سکتی ہے۔ دراصل فکر اسلامی میں بہت جامعیت اور توازن ہے۔ مثلاً خدا انسان اور کائنات کے رابطے کا مسئلہ ہے۔ یہاں اس رابطے کے بارے میں حضرت علامہ نے جو کچھ فرمایا ، اس کا ملحض اسی دوران بزبان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شعر انھوں نے ذیل کی صورت میں بیان کیا ہے :

آدمی شمشیر و حق شمشیر زن
عالم این شمشیر را سنگ فسن
شرق حق را دید و عالم راندید
غرب در عالم خزید از حق رمید
چشم برحق باز کردن بندگی است
خویش را بے پردہ دیدن زندگی است
بندہ چون از زندگی گیرد برات
ہم خدا آن بندہ را گوید صلوات
ہرکہ از تقدیر خویش آگاہ نیست
خاک او با سوز جان ہمراہ نیست (۹)

یعنی آدمی بمنزلہ شمشیر (آلہ) ہے اور خدا شمشیر زن (فاعل حقیقی) ۔ کائنات شمشیر انسانی کے لئے سنگ فساں کی طرح (جولانگاہ عمل) ہے ۔ اھل مشرق خدا بین بنے مگر جہاں بینی سے منحرف رھے ۔ مغربی انسان جہاں بینی سے تو چمٹ گیا مگر خدا سے گریزاں رھا ۔ اطاعت کا تقاضا خدا بینی ہے (جہاں بینی اس کا تبعی عمل ہے) زندگی خودی کو عیاں دیکھنے سے عبارت ہے ۔ جو انسان زندگی سے صحیح استفادہ کرے (خدا بیں ھو اور جہاں بیں) ایسے انسان کو خدا بھی شادباش کہتا ہے ۔ جسے اپنے امکانات کی خبر نہ ھو ، اس کی نہاد میں سوز روح آتا ھی نہیں ۔

خطبہ دوم ، مذھبی مشاھدات کا فلسفیانہ معیار

اقبال نے خطبات کو منطقی اور معنوی ربط دیا ہے ۔ خدا ، انسان اور کائنات کے رابطے کے تبعی ذکر کے بعد وہ وجود حق کے بارے میں الہیاتی مبحث چھیڑتے ھیں ۔ وہ دراصل الہیات دانوں کی بحثوں سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مطمئن نہیں ـ وہ قلبی رابطے کو ہی وصول الحق کا ذریعہ مانتے ہیں ـ

شرع اسلامی نے اس ضمن میں عبادات و مناجات کے موثر طریقے بتائے ہیں ـ اقبال اپنے مباحث کے آخر میں ان ہی امور کا حوالہ دیتے ہیں ـ

ذات بحت و مطلق کے بارے میں مسلم وغیر مسلم فلاسفہ تین دلائل دیتے رہے ـ ان میں سے ہر دلیل وزنی ہے مگر اس پر اعتراض بھی وارد ہو جاتا ہے ـ پہلی کونیاتی دلیل ہے یعنی ہمارا تجربہ و مشاہدہ بتاتا ہے کہ ہر علت کے لئے کوئی معلول ہوتا ہے ـ کام خود بخود نہیں ہوتے ـ اس کائنات کے لاتعداد کام کس طرح خلق و امر کے مراحل سے گذرتے ہیں ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی ہستی غائب کے ہاتھوں ـ البتہ اس مثال میں خامی یہ ہے کہ اس میں علت لامحدود ہے اور معلول محدود ـ دوسری دلیل کو ,, غائی،، کہتے ہیں یعنی دلیل مقصدیت ـ مدعا یہ ہے کہ کائنات میں غیر معمولی ربط اور مقصدیت نظر آتی ہے ـ معلوم ہوتا ہے کہ کسی صانع حکیم نے یہ ربط و ضبط پیدا کیا ہے ـ اس دلیل میں صناعت کا ذکر ایسے آتا ہے کہ گویا کائنات کسی مادے سے تخلیق ہوئی ہے حالانکہ اسلام کا تصور خالق یہ ہے کہ اس کے امر سے ہر چیز آناً فاناً وجود میں آ جاتی ہے ـ اس دلیل پر ایک دوسرا اعتراض شر کے حوالے سے کیا جاتا ہے یعنی جہاں خیر کائنات میں نظم و ضبط لاتی ہے ، وہاں شر فساد اور بدنظمی کا موجب بنتا رہتا ہے ـ اس سے علت ,,غائی،، حالت تردد سے دوچار ہوتی ہے ـ تیسری دلیل کو وجودیاتی کہا جاتا ہے ـ یعنی یہ تصور کہ خدائے کامل کے لئے وجود ناگزیر ہے ـ وہ زوال وانحطاط سے دوچار نہ ہوگا کیونکہ اس کے کمال کا تقاضا ابدیت اور استدام ہے ـ اس دلیل پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ایسا مکمل خدا دراصل انسان کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محدود حیطۂ ذہن میں سما ہی نہیں سکتا۔ بعض فلاسفہ اور سائنس دان مادہ ، حیات اور شعور کے دلائل دیتے رہے۔ اقبال ان سب کا ذکر کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض مباحث طبیعیات اور حیاتیات سے مربوط ہیں ۔ اقبال اپنے دو معاصرین ہنری برگسان (و ۱۹۴۱ء) اور آئن سٹائن (و ۱۹۵۵ء) کا بھی حوالہ دیتے ہیں۔ مقدم الذکر کا تصور زمان اہم ہے اور موخر الذکر کا نظریہ اضافیت ۔ برگسان نے زمان کے استدامی اور دوری تصور دیئے ۔ ان تصورات کی الہیاتی اہمیت ہے۔ آئن سٹائن کا نظریہ اضافیت دیگر اشیاء کی طرح زمان و مکان کو بھی اعتباری بتاتا ہے۔ اقبال میکانکیت (مادہ) ، حیاتیات ، طبیعیات اور نفسیات کے خدا شناسی کے مباحث کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان علوم کے مباحث عقل و فلسفہ کے سے ہیں مگر ان کے ذریعے ایمان اور قرب خداوندی کی نعمتیں نہیں مل سکتیں۔ یہ کام تلطیف جذبات قلبی واردات اور روحانی یا اندرونی تجربات کی مدد سے سر انجام پاتا ہے۔ مراقبات ، ادعیہ ، عبادات اور صلوۃ ومناجات وغیرہ وہ معروف اعمال ہیں جو قلب میں معرفت خداوندی کی تجلیات پیدا کرتے ہیں ۔ لہذا ان اسباب سے روگرداں ہونا نری فکری اور ذہنی بحثوں سے فلسفیانہ معیار اس قابل نہیں ہوتا کہ وہ مذہبی مشاہدات کی پرکھ بنے ۔

اقبال کے پہلے دو خطبات ذریعہ علم اور ,,نقطۂ پر کار حق ،، کے طور قلب کی یقینی اہمیت کی توفیق کے بارے میں ہیں۔ تیسرا خطبہ بھی اسی موضوع سے مربوط ہے۔

خطبہ سوم ، ذات الہیہ کا تصور اور حقیقت دعا :

اس خطبے کے حصہ اول میں الہیات کا مہتم بالشان مسئلہ ، تصور الہ، موضوع بیان بنا ہے۔ دوسرے حصے میں صلوۃ و دعا کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

موضوع بحث بنایا گیا ہے جو الہ کے ساتھ بندوں کے رابطے اور تعلق کی ایک صورت ہے۔

علامہ اقبال نے خدا کو انائے مطلق « کہا ہے۔ ان کے نزدیک خدا کے بے مثل ہونے کو اس تعبیر کے ذریعے بہتر سمجھایا جا سکتا ہے۔ اس کی تائید میں وہ سورہ اخلاص سے استشہاد کرتے ھیں جس میں خدا کی وحدانیت، صمدیت، توالد و تناسل سے تنزہ اور بے ھمتائی بتائی گئی ہے۔ سورہ نور میں خدا کو زمین و افلاک کا ,,نور،، کہا گیا اور اس نور کی تفہیم ایسے استعاروں سے کروائی گئی جو خدا کی یکتائی اور لاثانیت کے مظہر ھیں ۔ اقبال خدا کی صفات خلاقیت، علم، حضور اور ابدیت کا ذکر کرتے ھیں ۔ خدا کے ,,خلق « و ,,امر « کے بارے میں اقبال اشاعرہ اور معتزلہ کے افکار کی طرف اشارہ کرتے ھیں ۔ ان کے تصورات خدا کی ,,خلاقیت،، کے بارے میں تھے ۔ یوں دھر یا زمان کے بارے میں مباحث پیدا ہوئے ۔ اقبال یہاں عراقی ھمدانی سے منسوب ,,زمان و مکان « کے ایک فارسی رسالے کا ذکر کرتے ھیں جو موجودہ تحقیق کے مطابق تاج الدین اشنوی تبریزی کا ہے۔ اس رسالے اور کئی دوسری کتب میں قصہ ھبوط آدم آیا ہے۔ عہد نامہ عتیق میں بھی یہ قصہ مذکور ہے۔ لب لباب یہ کہ آدمؑ اور ان کی زوجہ جنت میں متمکن تھے ۔ ابلیس ان کے ,,عجول « طبع ہونے سے آگاہ تھا اور اس بنا پر وہ انھیں درخت ممنوعہ کا پھل کھلوانے میں کامیاب ہو گیا ۔ اس جرم کی پاداش میں آدمؑ اور ان کی زوجہ جنت سے نکال دیئے گئے ۔ تاھم خدا نے بعد میں ان کی تقصیر معاف کر دی ۔ اقبال اس قصے کے عمرانی پہلو پر تبصرہ کرتے ھیں ۔ وہ آدمؑ اور زوجہ آدمؑ کا معاف کیا جانے والا جرم ان کے شعور کی بیداری بتاتے ھیں ۔ شعور کی بیداری نے اب انھیں بہشت کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پرسکون زندگی سے بیزار کر دیا اور وہ کائنات کی فضائے بیکراں میں آ گئے۔ بہشت سے ان کا اخراج ایک تدریجی عمل تھا ورنہ توبہ کی قبولیت کے بعد وہ اس مقام پر پھر فائض کئے جاتے ، لہذا ہبوط آدم ، زوال آدمؑ نہیں ہے۔ یہ ہبوط شعور و آگاہی کی بیداری ہے۔ اقبال نے اس موضوع پر اشعار بھی لکھے ہیں ۔ ایک موضوع یہ ہے کہ آدمؑ کو دی جانے والی جنت ایک ,,عطا ،، تھی اولاد آدم اپنے عمل سے جو جنت حاصل کریں گے ، وہ ,,جزا ،، ہوگی :

لگی نہ میری طبیعت ریاض جنت میں
پیا شعور کا جب جام آتشیں میں نے
جچتے نہیں بخشے ہوئے فردوس نظر میں
جنت تری پنہاں ہے ترے خون جگر میں (۱۰)
بگذر از غیب کہ این وہم وگمان چیزے نیست
در جہان بودن و رستن از جہان چیزے ہست
آن بہشتے کہ خدائے بتو بخشد ہمہ ہیچ
تا جز اے عمل تست جنان چیزے ہست
پیش آئین مکافات عمل سجدہ گذار
زانکہ خیزد ز عمل دوزخ و اعراف و بہشت (۱۱)

ذات الٰہیہ سے انسان احساس قربت کیسے رکھے اور مرتبہ احسان پر وہ کیسے فائض ہو تاکہ فلاسفہ وجودی کی طرح وہ درد مہجوری سے روتا ہی نہ رہے ؟ قرآن مجید اس کا مداوا ,,ذکر ،، بتاتا ہے۔ صاحبان ذکر کو ہی احساس ہوتا ہے کہ ذات متعال ان کی شہ رگ سے قریب ہے اور مضطرب دلوں کی پکار وہی سنتا ہے۔ ذات برتر ہر پکارنے والے کی پکار سنتی اور از روئے حال یا قال اس کا جواب دیتی ہے۔ وہ ہر کسی کے قریب ہے۔ اقبال فرماتے ہیں کہ قرب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حق سے ھی ابدی حیات ملتی ہے۔ صلوۃ و دعا اور دیگر جملہ اعمال ذکریہ کا احساس دوام انسان کے اختتام ناپذیر ماحول میں باقی رھنا چاھیئے ۔ قربت حق سے ھی ابدی حیات ملتی ہے۔ صلوۃ و دعا کا عمل اس وسیع کائنات میں انسان کے درد مہجوری اور احساس تنہائی کا مداوا کرتا ہے۔ خدا کی استمداد سے وہ اپنے آپ کو تنہا محسوس نہیں کرتا ۔ یہ احساس قربت جتنا بڑھے گا ، اتنا ھی انسان کی معنوی زندگی سرخرو ھوگی اور وہ یقین و اطمینان کی سرمدی دولت سے مالا مال ھوگا ۔ اقبال نے اس ایمان افروز موضوع کو اپنی شاعری میں بھی سمویا ہے۔ مثلاً جاوید نامہ میں ہے۔

اے ترا تیرے که مارا سینه سفت
حرف ,,ادعونی،، که گفت وباکه گفت ؟
روئے تو ایمان من ، قرآن من
جلوہ داری دریغ از جان من
گرچه از خاکم نُــروید جز کلام
حرف مہجوری نمـی گردد تمــام
زیر گردون خویش را یابم غریب
ز آنسوئے گردون بگو، اِنّی قریب (۱۲)

زندگانـی نیست تکــرار نفـس
اصل او از حیؔ و قیوؔم است و بس
قرب جاں با آنکه گفت ,,اِنّی قریب،،
از حیات جاوداں بُردن نصیب (۱۳)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چوتھا خطبہ خودی ، جبروقدر ، حیات بعد الموت

یہ خطبہ ، انسانی خودی، اس کی آزادی اور بقا کے لئے مختص ہے۔ خودی اقبال کا خاص موضوع ہے۔ اس کا گلبانگ مثنوی اسرار خودی کے ساتھ بلند ہوا (اشاعت اول ۱۹۱۵ء) اور اس کے بعد کے تصانیف اقبال میں اس کی مختلف شئون بیان ہوتی رہی ہیں :

خودی ہے زندہ تو ہے موت اک مقام حیات
که عشق موت سے کرتا ہے امتحان ثبات
خودی ہے زندہ تو دریا ہے بیکرانہ ترا
ترے فراق میں مضطر ہے موج نیل و فرات
خودی ہے مردہ تو مانند کاہ پیش نسیم
خودی ہے زندہ تو سلطان جملہ موجودات (۱۴)

اقبال اس خطبے میں بتاتے ہیں کہ انسانی خودی اور شخصیت ایک مسلمہ امر ہے ، چنانچہ قرآن مجید کسی ایک فرد کا بوجھ دوسرے پر نہیں ڈالتا ۔ انسان کو خدا کی صفات ,,خلق ،، اور ,,امر ،، دونوں سے بہرہ ملا ہے۔ ان ھی صفات سے متجلی ہونے کی بنا پر وہ اپنی بعض خامیوں کے باوجود، زمین پر خدا کا خلیفہ اور نائب ہے۔ اسے علوم و فنون کے اکتساب کی زبردست صلاحیتیں حاصل ھیں ۔ اس کی خودی ارتقا پذیر ہے اور اس کی سرنوشت آزاد ہے۔ وہ شتر بے مہار تو نہیں ، مگر اس کی تقدیر حسن اعمال سے بدل سکتی ہے۔ مجموعی طور پر وہ آزاد زیادہ اور مقید کم ہے۔ یہ مطالب اشعار اقبال میں زیادہ دلآویز طریقے سے بیان ہوئے ھیں ۔ ایک نکتہ اقبال نے یہ بتایا ہے کہ جتنا کوئی ,,اطاعت ،، میں آگے بڑھے گا، اتنا ھی اس کی آزادی و خود مختاری کی نعمت میں اضافہ ہوگا :

در اطاعت کوش اے غفلت شعار
می شود از جبر پیدا اختیار (۱۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پابندیِ تقدیر کہ پابندیِ احکام ؟

یہ مسئلہ مشکل نہیں اے مرد خردمند

اک آن میں سو بار بدل جاتی ہے تقدیر

ہے اس کا مقلد ابھی ناخوش ابھی خرسند

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات

مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند (۱۶)

چہ گویم از چگون و بے چگونش

برون مجبور و مختار اندرونش

چنین فرمودہ سلطان بدرؐ است

کہ ایمان درمیان جبر و قدر است (۱۷)

گر ز یک تقدیر خون گردد جگر

خواہ از حق حکم تقدیر دگر

تو اگر تقدیر نو خواہی رواست

زانکہ تقدیرات حق لا انتہاست (۱۸)

اقبال کو بقائے خودی یعنی حیات بعد الممات کے موضوع سے بہت دلچسپی تھی یہ موضوع اس خطبے میں بھی چھیڑا گیا ہے۔ حیات بعدؑ الممات ، ایمانیات کا جزو لازم ہے۔ اقبال کو اس سے کیسے انکار ہو سکتا تھا۔ تاہم اپنے فلسفیانہ تفکر میں وہ فرماتے ہیں کہ انھیں اخلاقی رذائل کے حامل افراد کی خودیوں کے فنا ہو جانے کا خدشہ لاحق ہوتا ہے۔ لہذا انسانوں کو چاہیئے کہ اخلاق فاضلہ کے ذریعے وہ اپنی خودیوں کے استحکام کے لئے کوشاں رہیں تاکہ اس انعام باری کے سزاوار بن سکیں۔ انسان کسی نہ کسی مادی پیکر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں حیات اخروی حاصل کرے گا ۔ البتہ موجودہ زندگی اور اخروی زندگی میں ارتقاء اور تسلسل کار فرما رہے گا ۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خودی یا انائے محدود ، انائے مطلق سے مستنیر ہے ۔ ان واضح امور کے مشاہدے کے بعد انکار خدا کی روش انسان کی ابدی شقاوت سے سوا کیا ہے ؟ :

ز آغاز خودی کس را خبر نیست
خودی در حلقہ شام و سحر نیست
ز خضر این نکتہ نادر شنیدم
کہ بحر از موج خود دیرینہ ترنیست (۱۹)

خودی را از وجود حق وجودے
خودی را از نمود حق نمودے
نمی دانم کہ این تا بندہ گوہر
کجا بودے اگر دریا نبودے (۲۰)

پانچواں خطبہ : اسلامی ثقافت کی روح

اس خطبے میں اسلامی تہذیب و ثقافت کے بعض ایسے نکات بیان کئے گئے ہیں جن کی بنا پر یہ ثقافت دیگر ثقافتوں سے ممتاز ہے ۔ جرمن ماہر عمرانیات اوسوالڈ اشنگلر (و ۱۹۳۶ء) نے اپنی کتاب ,,زوال مغرب،، میں اسلامی تہذیب کو مجوسی تہذیب کا ایک جزو قرار دیا تھا ۔ اقبال کو اس بات کو بھی ردّ کرنا تھا کیونکہ ان کے نزدیک اسلامی ثقافت کی اساس و روح منفرد اور بےمثل ہے ۔

اقبال وحی والقاء کے حوالے سے بات شروع کرتے ہیں ۔ روحانیت صوفی (ولی) اور نبی دونوں کو ملتی ہے مگر اسلامی ثقافت نبی کی روحانیت کو زیادہ اہمیت دیتی ہے کیونکہ وہ عمل اور خدمت کی صفات سے دستکش نہیں ہوتی ۔ ایک معروف صوفی شیخ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عبدالقدوس گنگوهی (و ۹۴۵ھ) نے کہا تھا کہ ,,رسول آخر زمان معراج شریف کے دوران انتہائی بلندیوں پر پہنچ کر واپس زمین پر تشریف لے آئے مگر خود انھیں اگر یہ مقام مل جاتا تو وہ کبھی واپس نہ آتے ،، ۔ اقبال اس قول کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ ولی و صوفی اکثر اپنی روحانی ترقی پر قانع ہو جاتے ہیں مگر نبی کو امت تشکیل کرنی ہے ، اسے نمونہ عمل بننا ہے اور لوگوں کی رشد و ہدایت کا فریضہ انجام دینا ہے ، لہذا اسے زمین کی طرف لوٹنا ہی چاہیئے ۔ اسلامی ثقافت کو اس منہاج نبوت سے استفادہ کرنا چاہیے کہ :

زندگانی چیست ؟ کان گوھر است
تو امینی صاحب او ، دیگر است
طبع روشن مرد حق را آبروست
خدمت خلق خدا مقصود اوست
خدمت از رسم ورہ پیغمبری است
مزد خدمت خواستن سوداگری است (۲۱) .

انبیائے کرامؑ صالح ملل اور معاشروں کی تشکیل فرماتے رہے تاآنکہ رسول آخر زمانؐ تشریف لائے ۔ آپ پر سلسلہ نبوت اختتام پذیر ہو گیا کیونکہ انسانی عقل اب استقرائی راہیں اختیار کرنے کے قابل تھی ۔ ختم رسالت حضرت محمدؐ کی عالمگیر اور دائمی شان نبوت کی مظہر ہے ۔ اس سے یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ رسالت محمدیہؐ قدیم اور جدید ازمنہ کے درمیان ایک قوت رابطہ ہے ۔ باعتبار سلسلہ نبوت کی آخری کڑی کے ، حضرت رسول اکرمؐ قدیم زمانے سے مرتبط ہیں مگر اپنی دعوت، پیغام اور استقرائی راہنما تعلیم کے ذریعے وہ جدید دنیا سے بھی وابستہ ہیں ۔ یوں ختم نبوت دراصل قدیم و جدید کا نقطہ ارتکاز ہے ۔ نبی آخر زمانؐ پر نازل شدہ آخری کتاب ہدایت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ان کی تعلیمات ابدی سرچشمہ ہدایت کے طور پر باقی ہیں ، مگر اب عقل انسانی کافی ترقی یافتہ ہو چکی تھی ، اسے اب کسی نئے نبی و ہادی کی ضرورت نہیں ۔ عقل کا استقرائی عمل مشاہدات اور تجربات کا متقاضی ہے۔ مشاہدات میں باطنی کے علاوہ ظاہری اعمال بھی شامل ہوتے ہیں ۔ اقبال ، ابن خلدون کی طرح تاریخ کو بھی ذریعہ علم بناتے ہیں کیونکہ تاریخ میں حقائق وعبر کا بیان ہی نہیں ، اس کے بیان کردہ آثار میں مشاہدہ، مطالعہ اور عروج و زوال امم کا تقابلی بیان بھی موجود ہے۔ اقبال فرماتے ہیں کہ اسلام کے زیر اثر جو تجربی منہاج ارتقا پذیر ہوا، اسی نے طلب علم اور علوم طبیعہ کی ترقی کی طرح ڈالی ۔ دوسرا نکتہ وہ یہ بتاتے ہیں قرآنی تعلیمات کی روح یونانیوں کی ,,اعیان ثانیہ ،، پرستی کی روش اسلام کے خلاف ہے۔ اسلام کے نزدیک یہ عالم، عالم حق یا عالم امکان ہے مگر یونانی اسے دوسرے عالم حقیقی کی ,,مثل،، قرار دیتے رہے ۔ مقام تاسف ہے کہ مسلمانوں نے صدیوں تک اس روش تفکر کی تقلید کی ۔

علامہ اقبال کو مسئلہ خودی کی طرح ,,مسئلہ زمان،، سے بھی دلچسپی تھی ۔ انھوں نے زمان کی حرکت پذیری اور سرمدیت پر بہت لکھا ہے۔ وہ اکثر صورتوں میں ابن خلدون اور اپنے فرانسیسی معاصر ہنری برگسان (و ۱۹۴۱ء) سے متفق تھے کہ زمان ایک مستقل حرکت اور مسلسل رو ہے۔ اس میں تغیر لانے اور تخلیق کرنے کی صلاحیت ودیعت کی گئی ہے۔ زمان کی یہی صلاحیتیں تاریخ میں بھی جلوہ گر ہیں ۔ تاریخ ، تقدیر امم کے اصول سمجھاتی ہے۔ ان اصولوں پر حسن عمل سے اقوام اپنی حیات کی تجدید کر سکتی ہے۔ اپنی عظیم نظم ,,مسجد قرطبہ ،، کے آغاز میں علامہ مرحوم نے زمان کی ایسی بعض خصوصیات کی طرف بلیغ اشارے کئے ہیں ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سلسلہ روز و شب، نقش گر حادثات
سلسلہ روز و شب ، اصل حیات و ممات
سلسلہ روز و شب ، تار حریر دو رنگ
جس سے بناتی ہے ذات، اپنی قبائے صفات
سلسلہ روز و شب، ساز ازل کی فغاں
جس سے دکھاتی ہے ذات، زیروبم ممکنات
تو ھو اگر کم عیار، میں ھوں اگر کم عیار
موت ہے تیری برات، موت ہے میری برات
تیرے شب و روز کی اور حقیقت ہے کیا
ایک زمانے کی رو جس میں نہ دن ہے نہ رات

اس خطبے کے آخر میں اقبال نے شپنگلر کی کتاب ,,زوال مغرب ،، سے تعرض کیا ہے۔ شپنگلر نے بعض مقائسوں اور مفروضوں کے بل بوتے پر انسانی ثقافت کی تین اقسام قرار دیں :

١ ۔ کلاسیکی ثقافت (Classical Culture) ۔ یہ قدیم یونانی ثقافت ہے جو ھند وغیرہ کی ثقافت کو بھی محیط ہے ۔ یہ گوشہ نشینی کی ثقافت ہے۔ اس کے پیرو حال پر متوجہ رھے ۔ انھیں ماضی یا مستقبل سے کوئی اعتنا نہ تھا ۔ یہ زندگی کی بے ثباتی سے توحّش اختیار کرنے اور خارج سے آنکھیں بند کرکے داخل پر متوجہ رھنے کی ثقافت تھی ۔

٢ ۔ مجوسی ثقافت (Magian Culture) ۔ یہ عنوان زرتشتی، عیسائی، کلدانی اور اسلام وغیرھم مذاھب کو دیا گیا ہے۔ ان مذاھب کے ماننے والے مصنف کے بقول فطرت پر یقین رکھتے ھیں ، تقدیر پرست ھیں ، روشنی و تاریکی نیز نیکی اور بدی کے درمیان جنگ جاری رھنے کے قائل ھیں ۔ وہ فرد کے مقابلے میں معاشرے کو زیادہ اھمیت دیتے ھیں اور یہ سب ایک الوھی قوت پر ایمان رکھتے ھیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اقبال فرماتے ھیں کہ اگر شپنگلر زمان اور تقدیر کے بارے میں ھی اسلام کا نقطہ نظر جان لیتا، تو وہ اسلامی ثقافت کی نمایاں خصوصیت سے آگاہ ہوتا ۔

۳ ۔ فاوسٹی ثقافت (Faustian Culture) ۔ شپنگلر نے گوئٹے کے تمثیلی کردار ,,فاؤسٹ ،، کو تہذیب مغرب کے مترادف قرار دے کر اپنی ثقافت کو یہ نام دیا ہے ۔ اس نے اپنی تہذیب کی خصوصیات بہت بڑھا چڑھا کر بیان کی ھیں ۔ وہ حرکت پذیری ، سائنسی نقطہ نظر، خارج سے داخل کی طرف توجہ دینے اور معاشرے میں فرد کو زیادہ پر احترام مقام دینے کو تہذیب مغرب کی خصوصیات بناتے ھیں ۔

چھٹا خطبہ : اسلام کی ھیئت ترکیبی میں اصول حرکت

اقبال کا خطبہ ششم بڑے پیمانے پر بہت بحث طلب رہا ہے ۔ یہ اجتہاد کے موضوع پر ہے ۔ اس موضوع پر اقبال کی دلچسپی ۱۹۰۴ء میں لکھے گئے ان کے مقالے ,,قومی زندگی،، سے عیاں ہے ۔ ۱۹۲۰ء سے نومبر ۱۹۲۹ء یعنی اس کے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں پیش کئے جانے تک اقبال نے اس موضوع پر لاھور کی علمی مجالس میں چند بار اظہار خیال بھی فرمایا تھا ۔ زبان شعر میں وہ مثنوی رموز بیخودی میں اس خدشے کا اظہار کرتے ھیں کہ زمانہ انحطاط کے فقہاء کا اجتہاد ممکن ہے مثمر نہ ھو ۔ اس لئے اساس کار قدیم بزرگوں کے افکار اور فیصلوں کو ھی بنانا چاھئیے ۔

تاریخی طور پر اتنی بات معلوم ہے کہ یہ خطبہ اپنی ابتدائی صورت میں علامہ اقبال نے ۱۳ دسمبر ۱۹۲۴ء کو اسلامیہ کالج لاھور کے حبیبیہ ھال میں زیر صدارت شیخ عبدالقادر (و ۱۹۵۰ء) پڑھا تھا ۔ اخبارات نے اسے بہت سراھا چنانچہ علامہ مرحوم ایک سلسلہ مقالات پیش کرنے مدراس مدعو ہوئے ، اس خطبے کی تدوین کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محرک نکولاس ۔ پی ۔ اغاندس (۲۲) کی ,,مسلمانوں کے مالی نظریات،، کے عنوان کی کتاب ہے جسے کولمبیا یونیورسٹی نے ۱۹۱۶ء میں نیویارک سے شائع کیا تھا ۔ یہ کتاب ۱۹۶۱ء میں لاہور میں تجدید طبع ہو چکی ہے۔ اس میں اس احتمال کا اظہار کیا گیا کہ بعض احناف اور معتزلہ کے نزدیک اجماع ملت ، نص قرآن اور حدیث کو منسوخ یا ملتوی کر سکتا ہے۔ اقبال نے دیگر مباحث کے علاوہ اس احتمال کی نفی کی ۔

اقبال اپنے متقدم خطبات کو نئے خطبے سے مرتبط کرتے رہے ۔ یہاں بھی اسلامی ثقافت کی ,,حرکت پذیری،، اور ,,زمان کی رو ،، کا ساتھ دینے وغیرہ کے انعکاسات کو جو پانچویں خطبے میں شامل ہیں، چھٹے خطبے میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ اقبال ,,اجتہاد ،، اور ,,حرکت ،، کو گویا مترادف قرار دیتے ہیں اور اسے ,,اصول اسلام ،، قرار دیتے ہیں ۔ پھر وہ اجتہاد کرنے کے بنیادی منابع کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ قرآن مجید ، احادیث رسولؐ، اجماع (امت کے تشریعی فیصلے اور نظائر) اور قیاس (امر واقعی سے آگاہ ثقہ حضرات کی آراء سے استشہاد اور استفادہ) ہیں ۔ یہ مآخذ ہر اس شخص پر عیاں ہیں جو اس موضوع سے دلچسپی رکھتا ہو۔ قرآن مجید کی اجتہاد آموز شان کو اقبال اپنی شاعری میں بھی بیان کرتے رہے ہیں ۔ دراصل اس کتاب عظیم کی متحرک، جدوجہد اور ماضی ، حال اور مستقبل کو مرتبط کرنے کی تعلیم ھی روح ,,اجتہاد ،، ہے۔ اقبال نے قرآن مجید کی روح اجتہاد اور دین کی تعلیمات کے ہر عصر میں نو بہ نو ہونے کے بارے میں ایک حدیث رسولؐ کے حوالے سے جاوید نامہ میں یوں فرمایا ہے :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چون مسلمانان اگر داری جگـر
در ضمیر خویش و در قرآن نگـــر
صد جہان تازہ در آیات اوست
عصرهـا پیچیده در آنات اوست
یک جہانش عصر حاضر را بس است
گیر اگر در سینه دل معنی رس است
بنده مومن ز آیات خداست
هر جہان اندر بر او چون قباست
چون کہن گردد جہانے در برش
می دهد قرآن جہانے دیگرش

از حدیث مصطفیٰ داری نصیب ؟
دین حق اندر جہاں آمد ,,غریب،،(۲۳)
بہر آن مردے که صاحب جستجو است
غربت دین ندرت آیات اوست
غربت دین هر زمان نوع دگـــــر
نکته را دریاب اگر داری نظر
دل بآیات مبین دیگر ببنـــد
تابگیری عصر نو را در کمنـد (۲۳)

اقبال نے مدتوں بعد اجتہاد کے بارے میں ایک ایسا خطبه دیا جو کاروان ملت کے لئے سامان عبرت رکھتا ہے ۔ انھوں نے مسلمانوں کے فکری زوال کا ذکر کیا جس کے دوران وہ مقلد رهے اور اجتہاد سے روگرداں ۔ اجتہاد کا آوازہ کچھ ترک رهنما هی بلند کرسکے جنھوں نے خلافت کو خیر باد کہه کر جدید نظام جمہوری اپنا لیا ۔ اس کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جواز ان کی مجلس ملی نے فراہم کیا ۔ اقبال کو یہ طریق اجتہاد پسند آیا مگر انھوں نے فرمایا کہ علمائے دین کی ایک مناسب تعداد کو اسمبلی کی رکنیت دی جائے تاکہ وہ اجتہادی امور میں دیگر ارکان کی راھنمائی کرتے رھیں ۔ خطبہ اجتہاد میں اقبال ، فقہ کی تعلیم کو عام کرنے اور اسے محکم بنیادوں پر استوار کرنے کی تلقین کرتے ھیں ۔ ممالک اسلامیہ میں نصاب سازی کے سلسلے میں بھی وہ تفقہ فی الدین کے کام کی اھمیت اجاگر کرتے رھے ھیں ۔ ان کے اس خطبے کے ذکر میں پروفیسر مسعود حسین خان نے لکھا ہے :

,,اقبالِ کی اجتماعی فکر کا مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ حصہ اجتہاد سے تعلق رکھتا ہے ۔ اقبال کی فکر اس بارے میں جدید ہے اور اسلامی ممالک کے مسلمانوں کے لئے اس پر ازسر نو غور کی ضرورت ہے ۔ اقبال نے ترکیہ جمہوریت کے رویے کو سراھتے ھوئے اجتہاد کا حل قانون ساز مجالس کے سپرد کر دیا ہے ۔ انھوں نے اس سلسلے میں علماء کی جانب سے سوء ظن سے کام لیتے ھوئے ان کی کسی علیحدہ اور بااختیار مجلس مشورت کی تشکیل کی مخالفت کی ہے ، بلکہ یہ خیال ظاھر کیا ہے کہ چونکہ مجالس سلطنت میں عام طور پر ایسے حضرات منتخب ھو جاتے ھیں جنھیں فقہ اسلامی سے بالکل مس نہیں ھوتا ہے ، اس لئے علماء کو بھی منتخب کیا جائے اور سب سے اھم یہ کہ ھمارے مدارس قانون کی تعلیم کی از سرنو تنظیم کی جائے جہاں اسلامی فقہ کے ساتھ مغربی قانون اور اس کے ارتقاء پر درس دیئے جائیں تاکہ اس بارے میں ذھن جدید ھو سکیں ،،(۲۵) ۔

اس خطبے میں ترک رھنماؤں ضیاء گوکالپ پاشا (و ۱۹۲۴ء)، محمد سعید حلیم پاشا (و ۱۹۲۱ء) اور محمد عاکف (و ۱۹۳۶ء) وغیرہ کا کافی ذکر ہے ۔ یہ ۱۹۲۴ء کے حوالے سے ہے نیز اجتہادی کوششوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے تناظر میں ، ان میں سے ترک قومی شاعر ضیاء گوکالپ پاشا کے سیکولر اور وطن پرستانہ افکار کے اقبال ناقد بھی ہیں۔ ضیاء نے نص قرآنی کی طرف سے مرد و زن کی وراثتی تسویے اور مساوات کی جو تجویز پیش کی ، اقبال نے اسے بھی بدلائل رد کیا اور لکھا ہے کہ خدائے تعالی نے بذریعہ وحی اقربا اور ان میں سے ذکور و اناث کے جو حصے مقرر فرمائے ہیں ، عقل سلیم غور کرے تو وھی صحیح لگیں گے

خطبہ اجتہاد سے قبل اقبال نے اسلامی نظام مدنیت و سیاست کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے یاد دلایا تھا کہ اسلام ایک ,,روحانی جمہوریت ،، کا قائل ہے جو حریت ، مساوات اور اتحاد انسانی کا مظہر ہے۔ اس سے قبل مثنوی رموز بیخودی میں اقبال نے رسالت محمدیہ کا مقصد اخوت، حریت اور مساوات قرار دیا تھا :

کل مومن اخوۃ اندر دلش
حریت سرمایہ آب و گلش
ناشکیب امتیازات آمدہ
درنہاد او مساوات آمدہ
ھمچو سرو آزاد فرزندن او
پختہ از ,,قالوا بلیٰ ،، پیمان او،،(۲۶) .

اب وہ اخوت عالمی کے ساتھ ساتھ اتحاد عالمی کی بات کرتے ہیں۔ مگر افسوس کہ فی الحال مسلمان خود ھی متحد نہ ہو سکے اور مختلف علاقائی اور گروھی تعصبات کا شکار ھیں ۔ بہر طور ,,الاجتہاد فی الاسلام،، اقبال کے خطبات میں مہتم بالشان ہے۔ یہ خود سراپا تلخیص ہے۔ اس کے مطالب کا خلاصہ لکھنا طبیعت پر ناگوار گزرتا ہے۔ اس کے حوالے سے پورے ,,خطبات اقبال ،، کے بارے میں ھمیں جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال کی ایک رائے یہ ملتی ہے :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"۔ ۔ ۔ ۔ درحقیقت یہ نہایت اہم کتاب ہے۔ دنیائے اسلام کے بعض مدبر اہل علم حضرات جن سے مجھے کبھی ترکی میں اور دمشق یا قاہرہ میں ملنے کا اتفاق ہوتا رہا ہے، وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ یہ کتاب اس قدر اہم ہے کہ گذشتہ تین سو سال میں ایسی کتاب نہیں لکھی گئی اور اس کی اہمیت روز بروز دنیائے اسلام میں بڑھتی جا رہی ہے "(۲۷)۔

ساتواں خطبہ : کیا مذہب کا امکان و جواز ہے؟

جیسا کہ ابتداء میں بیان ہوا یہ خطبہ دوسرے خطبوں سے بعد لکھا ہوا اور ۱۹۳۲ء میں لندن میں پڑھا گیا۔ بظاہر دوسرے خطبوں کے ساتھ اس کا ربط موجود نہیں مگر حقیقت میں یہ سب خطبات سے مرتبط اور کسی حد تک ان کا جامع بھی ہے۔ اس کا لب لباب یہ ہے کہ دین و مذہب کا ابدی امکان ہے کیونکہ انسان بالآخر الحاد، لادینیت اور انکار و فرار کی دیگر راہوں سے اکتا کر اپنی اصل کی طرف لوٹے گا: اس کی اصل اقرار و ایقان یعنی دین ہے۔

اقبال مذہبی زندگی کے تین ادوار گنواتے ہیں۔ ان ادوار کو اعتقاد، تفکر وتدبر اور عرفان و معرفت کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اقبال یہاں تیسرے دور یا مرحلے سے بحث کرتے اور اس کے امکانات کی تائید کرتے ہیں۔ جرمن فلسفی کانٹ (و ۱۸۰۳ء) نے مابعد الطبیعات کو ناممکن بتایا تھا۔ یہ دوسرے مرحلے سے مربوط ہے مگر اقبال تیسرے مرحلے کو بھی ابدی طور پر ممکن بتاتے ہیں جس میں آج کل نفسیات کی کارفرمائی ہے۔ اس مرحلے کو تصوّف بھی کہتے ہیں مگر اقبال بات وسیع تر معنی میں کرنے کے لئے محدود و مخصوص اصطلاحات سے احتراز کرتے ہیں۔

اقبال فرماتے ہیں کہ خود شناسی کی اور خدا شناسی کے لئے جو مساعی کی جاتی ہیں، وہ افراد کی استعداد کے مطابق ضرور کامیاب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوتی ہیں ۔ سائنسی نقطہ نظر اگر خدا ترسانہ ہو ، تو معرفت کا منکر نہیں ہو سکتا مگر موجودہ یورپی رویہ الحاد و سیکولر ازم کا مظہر ہے ۔ اس سے دین دوستی کی توقع رکھنا عبث ہے ۔ دوسری طرف مشرق کی حالت بھی چنداں پرکشش نہیں ۔ یہاں تقلید مغرب ہے یا فرسودہ طریقوں سے تمسک ۔ اب حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی گے سے صوفیہ کہاں جو قلب کے احوال کی وسعتوں کو سمجھا سکیں ۔ اقبال یہاں مکتوبات امام ربانی کے اقتباسات نقل کرتے ہیں ۔ پہلا اقتباس مولانا ادریس سامانی کا مشاہدہ ہے جسے عبدالمومن نے روایت کیا ہے ۔ اس مشاہدے میں ہے کہ :

,,میرے لئے نہ تو ارض وسمٰوٰت کا وجود ہے نہ عرش الٰہی کا یا جنت و دوزخ کا ۔ میں اپنے اردگرد نظر ڈالتا ہوں تو ان کو کہیں نہیں دیکھتا ۔ میں جب کسی کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں تو مجھے کوئی نظر نہیں آتا ، بلکہ میں اپنا وجود بھی کھو دیتا ہوں ۔ ذات الٰہیہ لامتناہی ہے ۔ کوئی اس کا احاطہ نہیں کر سکتا ۔ یہی منشا ہے روحانی مشاہدات کا ۔ کسی ولی کا گزر اس سے آگے نہیں ہوا ،، شیخ احمد سرہندی نے اس مشاہدے کے بارے میں لکھا :

,,میرے سامنے جو مشاہدات بیان کئے گئے ہیں ، ان کا تعلق قلب کی ہر لحظہ بدلتی ہوئی زندگی سے ہے ۔ معلوم ہوتا ہے صاحب مشاہدات نے قلب کے لاتعداد مقامات میں سے ابھی ایک چوتھائی بھی طے نہیں کئے ۔ ان مقامات کا طے کرنا لازمی ہے تاکہ عالم روحانیت کے مقام اول کے مشاہدات کی تکمیل ہو جائے ۔ اس مقام کے بعد اور بھی مقامات ہیں مثلاً روح کا مقام ، سر خفی اور سر اخفی کے مقامات ۔ ان سب مقامات کے جن کو مجموعاً ہم اپنی اصطلاح میں ,,عالم امر ،، سے تعبیر کرتے ہیں ، اپنے اپنے اصول اور واردات ہیں ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جب سالک کا گزر ان مقامات سے ہوتا ہے تو رفتہ رفتہ اس پر اسمائے الٰهیه اور پھر صفات الٰهیه کی تجلی هوتی ہے اور بالآخر ذات الٰهیه کی » ۔

خطبات سے ذرا پہلے اور بعد اقبال نے دو کتابیں لکھیں : مثنوی گلشن راز جدید اور جاوید نامه ۔ ان کتابوں کے کئی مباحث خطبات سے مشترک ھیں ۔ خطبات کے آخر میں اقبال نے جاوید نامه (تمہید زمینی) کے اشعار نقل کئے ھیں جن میں شعور سه گانه یعنی مذھبی زندگی کے تین ادوار کا ذکر ہے :

زندۂ یا مردۂ یا جان بلب
از سه شاھد کن شہادت را طلب
شاھد اول شعور خویشتن
خویش را دیدن بنور خویشتن
شاھد ثانی شعور دیگرے
خویش را دیدن بنور دیگرے
شاھد ثالث شعور ذات حق
خویش را دیدن بنور ذات حق

اس خطبے کا حامل مبحث یه ہے که ,,علامه اقبال ایک طویل عرصه مغربی مکاتب فلسفه اور دوسرے مغربی علوم کا مطالعه کرنے اور یورپ میں رہ کر خود مغربی حکماء سے استفاده کرنے کے بعد اس نتیجه پر پہنچے که دانش مغرب انسان کو خدا پرستی کے بجائے الحاد اور ماده پرستی سکھاتی ہے ۔ یه تہذیب اور اس کے علمی نظریات انسان کو مظاھر پرست بنا دیتے ھیں کیونکه جدید سائنس کی رو سے حقیقت محض مادی ہے : نه خدا ہے نه روح ، نه معاد ہے ۔ اس کی رو سے علم کے حصول کا ذریعه حواس خمسه کے سوا اور کچھ نہیں ،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنی وحی الہام اور مذہبی تجربات و واردات کی کوئی حقیقت نہیں یہ صرف عضوی ناہمواری اور خلل دماغی کا نتیجہ ہیں ۔

ان نظریات کے برخلاف علامہ اقبال کی رائے یہ ہے کہ مادیت زندگی کی توجیہہ نہیں کر سکتی ۔ جو مسلک قلب انسانی کا سامان مہیا نہ کر سکے ، وہ ہمیشہ کے لئے قابل قبول نہیں ہو سکتا ۔

تجربیت کے حامی صوفیانہ کشف اور مذہبی مشاہدات کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ۔ ان کے سامنے معیار حق و صداقت صرف حسی ادراک سے حاصل شدہ واقعات اور ان سے مطابقت ہے ۔ علامہ اقبال کا موقف یہ ہے کہ تجربیت پسند بھی عقل کے بغیر کام نہیں کرتے کیونکہ ادراک محض ادراک ہے جب تک اسے دوسرے ادراک سے مربوط نہ کیاجائے ۔ اور یہ ربط قائم کرنا حواس کا نہیں بلکہ عقل کا کام ہے ۔ اس فعل کے راہنما اصول ایسے ہیں جن کی کلی تصدیق محض ادراکی تجربے سے ممکن نہیں ۔ اسی طرح محض تجربی اور عقلی طریقہ مذہبی مسائل میں قطعاً کار آمد نہیں ہے ۔ یہاں انسان کو وجدانی بصیرت کی مدد کی ضرورت ہے ۔ مذہبی حقائق کی تصدیق صرف ماورائے حس ، حقیقت سے بلاواسطہ وجدان سے حاصل ہو سکتی ہے ۔ لیکن یہ وجدان کیا ہے ؟ اقبال کی رائے ہے کہ یہ ایک بلند علم ہے ۔ مابعد الطبیعی حقیقت سے متعلق ایک بصیرت اور کشف جو صاحب کشف کو زندگی سے فرار کرنے کے بجائے عمل پیہم اور اخلاقی سعی وجہد کے لئے ابھارتا ہے اور یوں انسانی خودی کے لئے ترقی وارتقاء کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوتا ہے "(۲۸) ۔

خطبات اقبال کا یہ نارسا سا تعارف اس خاطر لکھا گیا کہ اقبال خواں حضرات گاہے گاہے حضرت علامہ کے اشعار کے علاوہ اس فکری کارنامے پر بھی توجہ دیں ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مصـــادر اور حوالے

١ ـ پہلی اشاعت (١٩٣٠ء) میں چھ تھے ـ Six Lectures on the Construction of religious Thought in Islam.
١٩٣٤ء سے سات ہو گئے اور Six Lectures on کے الفاظ عنوان کتاب سے حذف کر دیئے گئے ـ

٢ ـ مقالات اقبال مرتب سید عبدالواحد و محمد عبداللہ قریشی ، آئینہ ادب لاہور (١٩٨١ء) ، مقالہ : قومی زندگی .

٣ ـ عنوان یوں ہے : در معنی اینکہ در زمانہ انحطاط تقلید از اجتہاد اولی تراست ـ

٤ ـ یہ بات اقبال نے اپنے کئی مکاتیب میں خود لکھی ہے ـ

٥ ـ تسہیل خطبات اقبال ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد ، ١٩٨٦ء صفحہ ١٠ ، ١١ ـ

٦ ـ بال جبریل ، کلیات اقبال ، اردو ، لاہور ١٩٧٣ء و بعد صفحہ ٣٣٢، ٣٣٣ ـ

٧ ـ جاوید نامہ ، کلیات اقبال ، فارسی ، لاہور ١٩٧٣ء وبعد صفحہ ٦٦٩ ـ

٨ ـ بال جبریل ، کلیات اقبال اردو صفحہ ٣٨٤ ـ

٩ ـ جاوید نامہ ، کلیات اقبال ، فارسی صفحہ ٦٢٤ ـ

١٠ ـ بانگ درا ، بال جبریل ، کلیات صفحہ ٨١ اور ٣٢٥ بالترتیب ـ

١١ ـ جاوید نامہ ، کلیات صفحہ ٦٣٥ ، ٧٥٩ ـ

١٢ ـ ایضـــاً صفحہ ٥٩٦ ، ٥٩٨ ـ

١٣ ـ ایضـــاً صفحہ ٧٨ ـ

١٤ ـ ارمغان حجاز ، کلیات اقبال اردو صفحہ ، ٦٦٧ ، ٦٦٨ ـ

١٥ ـ اسرار خودی ، کلیات اقبال ، فارسی ص ٣١ ـ

١٦ ـ ضرب کلیم ، کلیات اقبال ، اردو صفحہ ٥٢٦ ـ

١٧ ـ گلشن راز جدید ، کلیات اقبال ، فارسی صفحہ ٥٥٦ ـ

١٨ ـ جاوید نامہ ، کلیات صفحہ ٦٩٥ ـ

١٩ ـ پیام مشرق ، ایضـاً ص ٢٣٠ ـ

٢٠ ـ ارمغان حجاز ، ایضـاً ص ١٠٠٣ ـ

٢١ ـ جاوید نامہ ، کلیات فارسی صفحہ ٦٩٦ ـ

٢٢ ـ Aghanids .

٢٣ ـ جاوید نامہ ، کلیات اقبال ، فارسی صفحہ ٦٥٤ و ٦٦٦ بالترتیب ـ

٢٤ ـ ایضـــاً ـ

٢٥ ـ جدید دنیا میں اسلام ، مسائل اور امکانات،سرینگر ١٩٨١ء (اقبال انسٹیٹوٹ) صفحہ ٢٠٣ ـ

٢٦ ـ رموز بیخودی ، کلیات اقبال ، فارسی صفحۃ ١٠٣ ، ١٠٥ ـ

٢٧ ـ اقبال ، فکر اسلامی کی تشکیل جدید (مقالہ از ڈاکٹر جسٹس جاوید اقبال) پاکستان سٹڈی سنٹر کراچی ، ١٩٨٨ء صفحہ ٧٥ ـ

٢٨ ـ تسہیل خطبات اقبال ، صفحہ ٢١٢ ، ٢١٣ ـ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com